غالب کے ۱۰۰ شعر

مرتبہ

محمود علی خان صاحب

۱۳ برس کی عمر میں یعنی ۷ رجب ۱۲۲۵ھ کو مرزا کی شادی دلی کے نواب فخر الدولہ کے چھوٹے بھائی مرزا الہی بخش خاں معروف کی بیٹی سے ہوئی۔ تقریباً ۲۳ برس کی عمر میں مرزا دہلی چلے آئے اور پھر مرتے دم تک یہیں رہے۔ اس ۵۰ سال کے عرصہ میں انھوں نے کبھی کوئی مکان نہیں خریدا ہمیشہ گلی قاسم جان یا حبش خاں کے پھاٹک یا انکے قرب و جوار میں کرایہ کے مکانوں میں رہتے رہے۔ سب سے آخر مکان جسمیں انکا انتقال ہوا حکیم محمود خاں مرحوم کے دیوانخانے کے متصل مسجد کے عقب میں تھا اور اب حضرت سلطان نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی درگاہ کے قریب اپنے خسر کے پائین آرام کر رہے ہیں۔

مرزا کے والد کے انتقال کے بعد ریاست الور نے انکی وفاداری کے صلہ میں دو گانوں اور کسی قدر روزینہ دونوں بھائیوں کی پرورش کیلئے مقرر کردیا تھا جو عرصہ تک ملتا رہا۔ مرزا کے چچا کو سرکار انگریزی کے دو گانوں

کمیدان کی بیٹی سے ہوئی تھی جو میرٹھ کے ایک معزز فوجی افسر اور شہر آگرہ کے عمائد میں سے تھے۔ مرزا دولھا بطور خانہ داماد آگرے ہی میں رہتے تھے۔ انکے دو بیٹے تھے۔ مرزا غالب کے بھائی مرزا یوسف خاں ایام شباب ہی میں پاگل ہوگئے اور اسی حالت میں ۱۸۵۶ء میں انتقال کیا۔

مرزا غالب کی عمر ۵ سال کی تھی کہ انکے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اسلئے انکے چچا مرزا نصر اللہ بیگ خاں نے انھیں پرورش کیا۔ لیکن انکا سایہ بھی نو برس کی عمر میں مرزا کے سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی زمانہ میں آپ نے آگرے کے مشہور معلم شیخ معظم سے تعلیم حاصل کی۔ جب آپ کی عمر چودہ برس کی تھی تو ایک پارسی جسکا نام ہرمزد تھا اور مسلمان ہونے کے بعد عبدالصمد رکھا گیا آگرے آیا۔ یہ شخص فارسی اور عربی کا بہت بڑا فاضل تھا۔ دو برس تک مرزا کو اس سے شرف تلمذ حاصل رہا۔

۱۳ برس کی عمر میں یعنی ۷ رجب ۱۲۲۵ھ کو مرزا کی شادی دہلی کے نواب فخر الدولہ کے چھوٹے بھائی مرزا الہٰی بخش خاں معروف کی بیٹی سے ہوئی۔ تقریباً ۲۳ برس کی عمر میں مرزا دہلی چلے آئے اور پھر مرتے دم تک یہیں رہے۔ اس ۵۰ سال کے عرصہ میں انھوں نے کبھی کوئی مکان نہیں خریدا ہمیشہ گلی قاسم جان یا پھاٹک حبش خاں یا اسکے قرب وجوار میں کرایہ کے مکانوں میں رہتے رہے۔ سب سے آخر مکان جسمیں انکا انتقال ہوا حکیم محمود خاں مرحوم کے دیوانخانے کے متصل مسجد کے عقب میں تھا اور اب حضرت سلطان نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی درگاہ کے قریب اپنے خسر کے پائین آرام کر رہے ہیں۔

مرزا کے والد کے انتقال کے بعد ریاست الور نے انکی وفاداری کے صلہ میں دو گانوں اور کسی قدر روزینہ دونوں بھائیوں کی پرورش کیلئے مقرر کر دیا تھا جو عرصہ تک ملتا رہا۔ مرزا کی چچا کو سرکار انگریزی کے دو گانو رسا

"سونک اور سونسا" جو نواح آگرہ میں ہیں ملے تھے۔ انکے انتقال کے بعد انکی ورثار کو سرکار نے ریاست فیروزپور جھرکہ سے پنشنیں مقرر کردادیں جسمیں سے مرزا غالب کو سات سو روپیہ سالانہ آخر اپریل ۱۸۵۷ء تک برابر ملتا رہا مگر غدر کے بعد تین برس تک قلعہ کے تعلقات کے سبب یہ پنشن بند رہی جب ہر طرح سے بریت ہو گئی تو پنشن پھر جاری ہوئی۔ ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ نے تیموریہ خاندان کی تاریخ مرتب کرنیکے سلسلہ میں ۵۰ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا تھا جو غدر تک جاری رہا۔ غدر کے دو برس بعد رام پور کے نواب یوسف علی خاں نے بھی سو روپیہ کا استمراری وظیفہ مقرر کردیا تھا جو مرزا کے مرتے دم تک جاری رہا۔ مرزا کی ننہیال بہت متمول تھی۔ بہت کچھ جاگیر واملاک تھیں لیکن زمانہ کے دست برد سے سب برباد ہوگیا۔ چنانچہ مرزا نے کبھی خوشحالی سے گذر نہ کی خصوصاً غدر کے بعد تو فاقوں تک نوبت

پہنچ گئی تھی لیکن انتہائی خودداری میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔

مرزا کے ابتدا میں پے درپے سات اولادیں ہوئیں لیکن کوئی بچہ زندہ نہ رہا۔

یوں تو مرزا کے سینکڑوں شاگرد تھے لیکن انمیں نیر درخشاں عارف۔ سالک۔ مجروح۔ علائی۔ تفتہ۔ وحشت۔ حالی۔ جسرت شیفتہ۔ مشہور گذرے ہیں۔ مرزا کی تصنیفات میں مہرنیمروز۔ دستنبو قاطع برہان۔ گل رعنا۔ عود ہندی۔ اردو معلیٰ۔ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

مرزا کو سوتے وقت کسی قدر پینے کی بھی عادت تھی۔ شطرنج اور چوسر بہت کھیلتے تھے اور اکثر بازی لگا کر کھیلتے تھے نتیجہ جابر کوتوال کی مخالفت کی وجہ سے تین ماہ شاہی مہمان بھی رہنا پڑا۔

غالب۔ کا کلام فلسفۂ غالب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ طبیعت میں مشکل پسندی تھی۔ خیالات میں غیر معمولی

رفعت ۔ زبان پر پوری قدرت حاصل تھی ۔ فارسی کی نئی نئی ترکیبوں نے کلام کو چار چاند لگا دیئے ۔ اور اُردو شاعری میں ایک نئے دور کی ابتدا ہوئی

میرؔ اگر دورِ قدیم کے نظامِ شمسی کے شمس ہیں تو غالبؔ دورِ جدید کے شمس ہیں اور بلا شبہ آجتک تمام شاعر انہیں سے کسبِ نور کرتے ہیں ۔ غالبؔ کے متعلق اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اُردو کی کسی شاعر کے متعلق نہیں لکھا گیا ۔ غالبؔ اُردو اور فارسی دونوں کے ممتاز شاعر ہیں ۔ اس مجموعہ میں آپ کے اُردو کلام سے سَو منتخب شعر پیش کئے جاتے ہیں ۔ اس انتخاب میں ان اشعار سے احتراز کیا گیا ہے جنہیں سمجھنے کے لئے عام طور پر کاوش کرنی پڑے ۔ آخر میں سہل ممتنع کے چند نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں اور بحیثیت مجموعی یہ کوشش کی گئی ہے کہ انتخاب میں غالبؔ کا رنگ جاری رہے ×

۷۸۶

فلسفۂ غالب

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

٭

کی مرے قتل کے بعد اسنے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

نام کا ہے مرے وہ دکھ کہ کسی کو نہ ملا

کام کا ہے مرے وہ فتنہ کہ برپا نہ ہوا

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجیے

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

ﷺ

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق

آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

ﷺ

سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

ﷴ

نوازشہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایت ہائے رنگیں کا گلہ کیا
نگاہِ بے محابا چاہتا ہوں
تغافل ہائے تمکیں آزما کیا

ﷴ

دل نہیں تجھکو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار
اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالبؔ کہ دل
دیکھکر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

۵

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک

ہم کریں گے عرضِ حال اور آپ فرمائیںگے کیا

٭

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

٭

میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں

گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

سادگی و پرکاری۔ بے خودی و ہوشیاری

حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے۔ آج ہم نے اپنا دل

خوں کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

٭

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد

سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

٭

اک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا

ؤ

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا
موجِ خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

ؤ

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ

ہم کو حریصِ لذتِ آزار دیکھکر

گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلی نہ طور پر

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھکر

ﷲ

جاتے ہوئے کہتے ہیں قیامت کو ملیں گے

کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ﷲ

نہ گلِ نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

ؤ

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

ؤ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

ترے سروِ قامت سے اک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

تماشا کر اے محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

ؤ

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

ؤ

لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا

لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

☆

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

☆

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں
چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہم کو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہیں

دونوں جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم
ہو غم ہی جانگداز تو غم خوار کیا کریں

ؤ

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سنکے ستم ظریف نے مجھکو اٹھادیا کہ یوں

ؤ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار

جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگاں ہوگئیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج

مشکلیں اتنی پڑیں مجھپر کہ آساں ہوگئیں

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں

بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی ہمیں ستائے کیوں

جب وہ جمالِ دل فروز صورتِ مہرِ نیمروز

آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی

جس کو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

٭

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا

دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

٭

پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا

افسونِ انتظار تمنا کہیں جسے

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

☆

سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

☆

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد

یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

٭

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی

فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

٭

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو

اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

❊

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری یارب

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

❊

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق

پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

اُگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہ غالبؔ

ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

✿

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بس ہجومِ نا امیدی خاک میں مل جائے گی

یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

✿

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

❁

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

❁

انکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

✿

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
اُٹھا اور اُٹھ کے قدم پاسباں کے لئے

✿

سہل ممتنع

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے ؎ دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

سادگی ہائے تمنا یعنی ؎ پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی ؎ کیوں ترا راہگزر یاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز ؎ پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ

سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

راز معشوق نہ رسوا ہو جائے ؎ ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں
کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ ؎ ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

؎

کوئی امید بر نہیں آتی ؎ کوئی صورت نظر نہیں آتی
موت کا ایک دن معین ہے ؎ نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی ؎ اب کسی بات پر نہیں آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں ؎ ورنہ کیا بات کر نہیں آتی
ہم وہاں ہیں جہاں سی ہم کو بھی ؎ کچھ ہماری خبر نہیں آتی

درد منت کش دوا نہوا ٭ میں نہ اچھا ہوا برا نہوا

٭

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار ٭ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں ٭ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

٭

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ٭ ایک مرگ ناگہانی اور ہے

٭

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالینگے ٭ بے نیازی تری عادت ہی سہی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری ✤ اور پھر وہ بھی زبانی میری

✤

چاک مت کر جیب بے ایامِ گل ✤ کچھ اُدھر کا بھی اشارہ چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی اُمید ✤ نا اُمیدی اُسکی دیکھا چاہیے

✤

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے ✤ نالہ پابندِ نے نہیں ہے
ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے ✤ پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے
ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی ✤ ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

بات پر واں زبان کٹتی ہے ٭ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ ٭ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب ٭ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

٭

آج پھر دل کو بے قراری ہے ٭ سینہ جویائے زخم کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن ٭ آمد فصل لالہ کاری ہے

٭